انی قریب
کے حقیقی معنی اور رمضان کی دعائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ رمئی ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ
فَلْيَصُمْهُ ۗ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ
اُخَرَ ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫
وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۗ اُجِيْبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرہ:۱۸۶-۱۸۷)

اور پھر فرمایا:

رمضان المبارک کے متعلق جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان کا ترجمہ یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس کے بارے میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔ ترجمہ میں اگرچہ ایک معنی اختیار کیا گیا ہے جس کے بارے میں قرآن نازل کیا گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب یہ بھی ہے جس مہینے

میں قرآن نازل فرمایا گیا۔ بعض مترجمین اور بعض مفسرین اس ترجمہ میں یہ دقت محسوس کرتے ہیں کہ قرآن کریم تو تئیس (۲۳) سال کے عرصہ میں پھیلی ہوئی مدت میں نازل فرمایا گیا تو ایک مہینہ میں کیسے نازل ہوا؟ اور چونکہ یہ واقعہ کے خلاف بات ہے اس لئے ایسا ترجمہ نہیں کرنا چاہئے جس کی واقعات تصدیق نہ کرتے ہوں۔ فِيْهِ کا چونکہ ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ''اس کے بارے میں'' اس لئے یہ ترجمہ اخذ کرلیا گیا لیکن بعض دوسرے مفسرین اور مترجمین اگرچہ اس ترجمہ کو بھی درست سمجھتے ہیں کہ جس کے بارے میں قرآن کریم نازل کیا گیا لیکن ساتھ ہی دوسرے ترجمہ کی بھی توجیہ پیش کرتے ہیں اور دو طرح سے اس مضمون کو حل کرتے ہیں۔ اول یہ کہ قرآن کریم کا آغاز رمضان مبارک کی راتوں میں ہوا۔ پہلی وحی جو نازل ہوئی ہے وہ رمضان مبارک میں ہوئی اس لئے أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کا مطلب ہے جس میں قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔ ایک دوسری توجیہ یہ کرتے ہیں کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرائیل ہر رمضان المبارک میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور جتنا قرآن اُتارا جاچکا ہوتا تھا اس کی دہرائی ہر رمضان میں کرتے تھے۔ گویا جب قرآن کریم مکمل ہوا تو اس کی بھی مکمل دہرائی ایک رمضان ہی کے مہینہ میں ہوئی۔ اس پہلو سے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ لفظاً لفظاً بھی درست بنتا ہے کہ اس مہینہ میں گویا پورا قرآن کریم اتارا گیا۔

> ''وہ قرآن جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت بنا کے بھیجا گیا ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے ایسے دلائل جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی قرآن میں الٰہی نشان بھی ہیں اس لئے تم میں سے جو شخص اس مہینے کو اس حال میں دیکھے کہ نہ تو وہ مریض ہو نہ مسافر اُسے چاہئے کہ وہ اسکے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اس پر اور دنوں میں تعداد پوری کرنی واجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ اور یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور تا کہ تم تعداد کو پورا کرلو اور اس بات پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اُس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تا کہ تم اُس کے شکر گزار بندے بنو۔ اور اے رسول یعنی آنحضورؐ مخاطب

تو ہیں اس لئے ترجمے میں ''اے رسول'' کر دیا گیا ورنہ لفظاً رسول کا لفظ آیت میں استعمال نہیں ہوا۔ فرمایا: اے وہ جس کو مخاطب کرتا ہوں ؑ۔ یعنی اے رسول! جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تُو جواب دے کہ میں ان کے پاس ہی ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اُس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ تو چاہئے کہ وہ دعا کرنے والے بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔''

اس آخری آیت کے متعلق بھی بعض مترجمین اور بعض مفسرین کچھ دقت محسوس کرتے رہے ہیں اور مختلف رنگ میں اس کا حل بھی پیش کیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ کہ اے محمد ﷺ جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں قریب ہوں اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ اس کے متعلق یہ دقت محسوس کی گئی کہ ہر دعا تو قبول نہیں ہوتی اور بہت سے پکارنے والے ایسے بھی ہیں جو جنگلوں میں، شہروں میں، ویرانوں میں اپنی دانست میں خدا کو پکارتے رہے اور کوئی جواب نہ پا کر بالآخر دہریہ ہو گئے۔ اس قسم کی مثالیں دنیا میں بکثرت ملتی ہیں۔ ایک انسان نے دعائیں کیں اور دعائیں قبول نہ ہوئیں۔ اپنی ماں سے پیار تھا، ماں کو بچانے کے لئے دعائیں کیں، بچے سے پیار تھا، بچے کو بچانے کے لئے دعائیں کیں۔ مصیبتوں میں مبتلا تھے مقروض تھے ان سب تکلیفوں سے نکلنے کے لئے دعائیں کیں اور کوئی جواب نہ پایا اور اس کے نتیجہ میں جو بدقسمت تھے وہ خدا کے منکر ہو گئے۔ تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے کہ اے محمد ﷺ تو یہ اعلان کر دے۔ جو سب سے زیادہ سچا ہے اگر اس کے منہ سے یہ اعلان کروا دیا جائے اور پھر دنیا اس بات کو پورا ہوتا نہ دیکھے تو کتنی بڑی ٹھوکر کا مقام بن جاتا ہے۔

اس کا ایک حل یہ پیش کیا گیا کہ یہ آیت ابھی جاری ہے اور یہ تو ابھی اس آیت کا ایک ٹکڑا ہے جس کو اس دوسرے ٹکڑے کے ساتھ ملا کر پڑھو تو مطلب سمجھ آئے گا۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔ پس چاہئے کہ پکارنے والا یعنی میرے حضور دعا کرنے والا میری باتوں کو بھی تو سنے، جو ہدایت میں دیتا ہوں اس پر بھی تو عمل کرے وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ اور

مجھ پر ایمان بھی لائے ۔لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ تا کہ وہ ہدایت پائیں ۔بعض دفعہ جواب دراصل شرط کے معنی رکھتا ہے۔فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي بظاہر نتیجہ ہے کہ چونکہ میں دعا سنتا ہوں اس لئے وہ بھی میری بات سنیں۔لیکن یہ خود شرط کے معنوں میں بھی استعمال ہوسکتا ہے اور یہ بھی ایک طرز کلام ہے۔یعنی ترجمہ تو یہ ہوگا کہ میں دعا قبول کرتا ہوں بلکہ ہمیشہ قریب رہتا ہوں ،کوئی ایسی حالت مجھ پر نہیں آتی کہ میں بندے سے دور ہوں اور اسے یہ خطرہ ہو کہ میری آواز اس تک نہیں پہنچے گی اور پیشتر اس کے کہ میری آواز اس تک پہنچ سکے میں ہلاک ہو جاؤں گا۔فرمایا صرف جواب ہی نہیں دیتا، دعا ہی قبول نہیں کرتا بلکہ ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔اس لئے کوئی ایک لمحہ بھی کسی انسان کے لئے وہم کا نہیں آسکتا کہ میں دعا کروں اور قبول بھی ہو لیکن پہنچنے میں دیر ہو جائے گی یا جواب آنے میں دیر ہو جائے گی۔پس نتیجہ یہ نکالا گیا ہے فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي ۔فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي کا مطلب ہے مگر شرط یہ ہے کہ تم میری باتوں کو سنو اور میری باتوں کا جواب دو اگر تم جواب نہیں دیتے ، میں تمہیں پکارتا ہوں اور تم لبیک نہیں کہتے ، میں تمہیں ہدایت کے رستوں پر چلنے کا حکم دیتا ہوں اور تم منہ پھیر کر دوسری طرف چلے جاتے ہو تو مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو کہ جب تمہیں ضرورت پڑے تو پھر میں جواب دوں۔

اللہ اور بندے کی جو نسبت ہے وہ تو بیان میں نہیں آسکتی یعنی زمین اور آسمان کی نسبت کہا جاتا ہے مگر بندے اور خدا کے درمیان ایک ایسی بعید کی نسبت ہے جو لفظوں میں یا اعداد میں بیان نہیں کی جاسکتی لیکن مثال کے طور پر انسانی زبان میں ،انسانوں کو سمجھانے کی خاطر بعض دفعہ انسانی محاورے استعمال کئے جاتے ہیں۔پس یہ جو مضمون بیان ہوا ہے اس کی صورت کچھ اس قسم کی ہے کہ نوکر تو مالک کا جواب نہ دے۔غلام تو مالک کی باتیں سنے اور ان سنی کر دے اور اس کا کوئی حکم نہ مانے اور جب مالک کی نوکر کو ضرورت پڑے تو وہ یہ توقع رکھے کہ میری ایک ہی آواز پر وہ دوڑتا ہوا چلا آئے گا۔اگر یہ ممکن ہے، اگر یہ صورت حال قابل قبول ہے تو پھر ایسے دعا کرنے والے بے شک خدا سے جو چاہیں توقعات رکھیں ۔لیکن بندے کا سلوک یہ بتائے گا کہ کس حد تک دعا مستجاب ہونی ہے اور بندے کا قرب یہ بتائے گا کہ کس حد تک اُس کے خدا قریب ہے۔یہ دو پہلو اگر اچھی طرح سمجھ لئے جائیں تو مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔پھر انسان مکمل طور پر ہدایت پا جاتا ہے۔پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جو بہت ہی تفصیل کے ساتھ دعا کے مضمون پر روشنی ڈالی ہے اُس میں ان

دونوں پہلوؤں سے اس قدر تجارب بھی بیان فرمائے ہیں اور اس قدر باریک نکات بھی بیان فرمائے ہیں کہ کوئی بھی تشنگی کا پہلو باقی نہیں چھوڑا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جن جن باتوں میں بندہ خدا کی باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اللہ اتنا رحم کرنے والا ہے کہ جن باتوں میں جواب نہیں دیتا اُن کو نظر انداز فرما کر بھی ان باتوں میں اس کا جواب دینے لگ جاتا ہے جن میں وہ خدا کے سامنے سیدھا ہو چکا ہوتا ہے اور یہ انتظار نہیں کرتا کہ کامل طور پر میرا غلام ہو جائے تب میں اس کی باتیں سنوں حالانکہ بندہ اپنے سلوک میں ایسا نہیں کرتا۔ ایسے بھی مالک ہیں کہ جن کے نوکر ہر بات میں اطاعت کر رہے ہوتے ہیں اور پوری کوشش کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم کسی طرح مالک کو خوش کریں لیکن ایک ادنیٰ سی غلطی پر مالک اس قدر ناراض ہو جاتا ہے کہ اُس کی ساری عمر کی خدمتوں کو ضائع کر دیتا ہے اور اس کا کوئی بھی بدلہ اُس کو نہیں دیتا۔ آپ تو بندہ بندے سے یہ سلوک کر رہا ہوتا ہے اور خدا سے یہ چاہتا ہے کہ اُس کی کوئی بات بھی نہ مانے اور پھر بھی خدا اس کی ہر بات مانے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے اُس کے معاملے اپنے بندوں سے ایسے کریمانہ ہیں کہ وہ بسا اوقات اس کے برعکس سلوک کرتا ہے جو بندہ بندے سے کرتا ہے اس کے غلام ہزار باتیں اُس کی نہیں مانتے بعض دفعہ ایک مان جاتے ہیں تو خدا کی کریمی اُس ایک مانی ہوئی بات کی بھی شرم رکھ لیتی ہے۔

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک موقع پر تین ایسے انسانوں کی مثال دی جو ایک غار میں بند ہو گئے، جس کے دہانے پر زلزلہ سے یا کسی وجہ سے ایک پتھر آ گرا اور ان کے نکلنے کا کوئی رستہ نہیں تھا۔ اس پر اُن تینوں نے باری باری دعا یہ کی اور دعا کی تفصیل حضور اکرم ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ اے خدا! فلاں وقت جو میں نے ایک نیکی کی تھی، اگر وہ تیری خاطر تھی تو اس ایک نیکی کے بدلے یہ پتھر اس سے سرکا دے۔ اب وہ ساری عمر کے حالات پر غور کرنے کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو صرف ایک ہی نیکی ملی ہے۔ جو جس کے متعلق وہ یقین کے ساتھ خدا کے حضور پیش کر سکتا ہے کہ اس میں میری کوئی بدنیتی نہیں تھی، کوئی ریا کاری نہیں تھی، کوئی نفسانی خواہش نہیں تھی، محض للہ کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ یہ جواب نہیں دیتا کہ تیری تو ساری عمر ضائع ہوئی پڑی ہے، کچھ بھی تیرے پلے نہیں۔ سب کچھ میں نے تجھے عطا کیا تو نے میری ہر بات کا انکار کر دیا اور آج وہ نیکی تجھے یاد آ رہی

ہے گویا اُس کا بدلہ ابھی باقی ہے۔ میرے احسانات کے نیچے تو دبا پڑا ہے، کونسی چیز ہے جو تو اپنے گھر سے لایا تھا اور ابھی وہ بے قیمت کی نیکی تجھے یاد ہے کہ اس کی قیمت ابھی باقی پڑی ہے۔ یہ جواب نہیں دیتا خدا تعالیٰ کی کریمی اُس کی توقع کی شرم رکھتی ہے، اُس دعا کی شرم رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس پتھر کو حکم دیتا ہے اور وہ پتھر تھوڑا سا سرک جاتا ہے۔ آنحضورﷺ فرماتے ہیں کہ پھر دوسرے کو بھی ایک نیکی یاد آ گئی۔ ابھی اس پتھر کے سرکنے سے سب نکل نہیں سکتے تھے۔ اور اس میں جو لطیف مضمون آنحضورﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ یہی ہے جو عموماً اس حدیث پر غور کرنے والے یا اس سے لطف اٹھانے والے نظر انداز کر دیتے ہیں اگر ایک ہی شخص کے پاس ایسی تین نیکیاں ہوتیں تو پھر تین آدمیوں کو وہاں اکٹھا کر کے یہ مضمون بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تمام عمر کا خلاصہ تھا اُس ایک آدمی کی نیکی اور وہ بھی اتنی بھاری نہیں تھی کہ اس کے نتیجے میں وہ ساری آفت ٹل سکے۔ پھر ایک دوسرا آدمی اٹھتا ہے اور کہتا ہے، اے خدا! مجھے بھی ایک نیکی یاد آئی ہے، میں نے بھی یہ حرکت کی تھی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ تیری خاطر کی تھی اور وہ پتھر پھر اور سرک جاتا ہے لیکن ابھی وہ اس سے نکل نہیں سکتے۔ اگر اس کے دامن میں بھی کوئی ایسی نیکی ہوتی کہ وہ سمجھتا کہ اس پتھر کو اور سرک جانا چاہئے تو وہ پیش کر دیتا لیکن کچھ پیش نہیں کر سکا۔ پھر ایک اور تیسرے بندے نے جو اسی غار میں قید تھا اپنی ایک نیکی یاد کی اور خدا کے حضور پیش کی۔ اور بعض نیکیاں اُن میں سے ایسی ہیں جنہیں نیکی شمار کرنا بھی تعجب انگیز ہے۔ بدیوں سے رکنے کا نام نیکی رکھا گیا ہے۔ یہ ایسی نیکی ہے جیسے کوئی کسی سے کہے کہ فلاں وقت میں تجھے قتل کر سکتا تھا میں نے نہیں کیا۔ دیکھو کتنی بڑی نیکی کی ہے تمہارے اوپر۔ فلاں وقت زہر کھا سکتا تھا میں نے نہیں کھایا دیکھوں کتنی بڑی نیکی کی ہے۔ اس قسم کی نیکیاں بھی شامل کر دی گئیں بیچ میں اور اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اُس نے اُن نیکیوں کو بھی قبول فرما لیا۔ (صحیح البخاری کتاب المزارعہ حدیث نمبر: ۲۱۶۵)

پس میں اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي میں خدا تعالیٰ کی شان رحمت اور شان کریمی اتنی وسیع ہے کہ ہر بات میں اُس کی اطاعت نہ بھی کرو تب بھی قبولیت دعا کا فیض انسان کو پہنچ سکتا ہے اور پہنچتا رہتا ہے۔ ورنہ کروڑ ہا کروڑ بندے جو گناہوں میں ملوث رہتے ہیں اُن کی تو کبھی ایک دعا بھی قبول نہیں ہونی چاہئے۔ پس صاحب تجربہ بیان کرتے ہیں، صاحب عرفان

ہمیں بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے معاملے میں مایوسی کی ضرورت نہیں لیکن ادنیٰ پہ راضی نہ رہو۔ چابی حضور اکرم ﷺ نے ہمارے ہاتھوں میں تھما دی۔ اب اس عقدہ کشائی کا کام ہمارے ذمہ ہے۔ جتنا زیادہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور امنّا و صدّقنا، سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے حاضر رہیں گے۔ اُتنا ہی زیادہ ہماری دعاؤں میں قوت پیدا ہوتی چلی جائے گی، جتنا ہی زیادہ ہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی پیروی کے لئے مستعد اور تیار رہیں گے اسی قوت اور اسی تیزی کے ساتھ خدا تعالیٰ سے استجابت کے نمونے دیکھیں گے۔ یہی حال قریب کا بھی ہے۔

خدا تو جہاں تک جگہ کا تعلق ہے ہر جگہ موجود ہے یعنی اُس کے لئے تو نہ مشرق نہ مغرب نہ اونچ نیچ، کوئی سمت ہی نہیں ہے۔ وہ حاضر ہے اور جب ہم باتیں کرتے ہیں موجودگی کی تو ہمارے الفاظ اور معنے رکھتے ہیں کیونکہ ہم محدود ہیں اور ہم دوسری چیزوں کو بھی محدود دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا مطلب اس کا حاضر رہنا ہے ہر وقت، وہی وجود ہے جس کی حاضری سے باقی کائنات بنتی ہے۔ اس لئے اس کو مشرق مغرب، بلند پستی، دائیں بائیں، کے اعداد وشمار یا ان کے معنی سے ناپا نہیں جاسکتا۔ وہ ایک ہی چیز ہے جو حاضر ہے اگر حاضر نہ ہوتو کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے ایسے قریب وجود سے محروم رہنے کا بظاہر تصور ہی کوئی نہیں لیکن اتنے قریب ہونے کے باوجود بھاری اکثریت انسانوں کی اُس سے محروم رہ جاتی ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ قریب نہیں ہے۔ اِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ یہ بتانے کے لئے ہے کہ میں تو بہر حال قریب ہوں۔ اگر پھر بھی تمہاری بات نہیں مانی جاتی تو تم بعید ہو، تم مجھ سے دور ہو چکے ہو، اس لئے اپنی فکر کرو، تم آ بھی سکتے ہو جا بھی سکتے ہو۔ میں تو اپنے ہر وجود کے ساتھ ہمہ وقت حاضر رہتا ہوں۔ اس لئے تم اگر میری طرف متوجہ ہو گے تو روحانی معنوں میں معنوی طور پر تم میرے قریب آ جاؤ گے اور اگر تم مجھ سے عدم توجہ کرو گے تو تم معنوی لحاظ سے مجھ سے دور ہٹتے چلے جاؤ گے۔ لیکن اگر میرے قریب آنا چاہو تو فاصلے تمہیں ہی طے کرنے پڑیں گے۔ صرف تمہارے فیصلے کی بات ہے اور ایک ہی لمحے کا فیصلہ تمام فاصلے طے کردے گا اور اچانک تم مجھے موجود پاؤ گے۔

یہ وہ مضمون ہے جسے یہ آیت بیان فرماتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قرب کے مضمون کے متعلق بہت تفصیل سے مختلف مواقع پر روشنی ڈالتے ہیں اور یہ راز ہمیں سمجھاتے

ہیں کہ خدا تعالیٰ کے قریب ہونے کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ دعائیں سنی جاتی ہیں بلکہ اس کا قرب بذات خود اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کا ایک ثبوت ہے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نکتہ ہمیں بتایا کہ اس کا معنی بنیادی اور حقیقی معنی اور سب سے **اعلیٰ معنی یہ نہیں ہے کہ تم خدا سے اپنی ضرورتیں مانگو تو وہ قریب ہے بلکہ یہ ہے کہ تم خدا سے خدا کو مانگو، اُس کی تمنا کرو، اسے چاہو تو تم پھر دیکھو گے کہ وہ تمہارے قریب ہے۔اور جتنی تمنا ہوگی اتنا ہی زیادہ قرب محسوس کرو گے۔سب کچھ مانگ لو گے اگر خدا سے خدا کو مانگ لو۔** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو اپنے ہی ایک دعائیہ شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

در دو عالم مرا عزیز توئی
وانچہ میخواہم از تو نیز توئی

کہ اے خدا دونوں جہان میں میرا تو تو ہی عزیز ہے، یہ دونوں جہان میں نے کرنے کیا ہیں۔وانچہ میخواہم از تو نیز توئی، تجھ سے میں جو چاہتا ہوں وہ تُو چاہتا ہوں۔تُو مجھے مل جائے اور یہی میرا مقصود ہے۔تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کے نہایت اعلیٰ اور ارفع مضمون کو ہم پر روشن فرما دیا جب یہ بتایا کہ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں اپنی طرف ضمیر جو پھیری گئی کہ میں بندے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے بلاتا ہے تو مراد یہ ہے کہ میری طلب کرتا ہے اور جو خدا کی طلب کرنے والا ہوتا ہے اس کی ساری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔اس دعا میں ہر دوسری دعا شامل ہو جاتی ہے اور یہی قریب کا مضمون ہے۔انسان قریب ترین ہو جاتا ہے خدا کے جب خدا سے خدا کو مانگے۔(تفسیر مسیح موعود جلد اول سورۃ البقرہ زیر آیت اجیب دعوۃ الداع)

پس اس رمضان مبارک میں سب دعاؤں سے بڑھ کر اس دعا کو اہمیت دیں کہ ہمیں خدا وہ استجابت بخشے جس کے نتیجے میں وہ دعائیں قبول فرماتا ہے یعنی خدا کے ارشادات کی استجابت ہمیں عطا کرے تا کہ ہماری دعاؤں کو اُس کے حضور استجابت عطا ہو اور ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ اُس کی تمنا کریں اور یہ توفیق بھی اُسی سے مانگنی پڑے گی،اس کے لئے بھی اُسی کے حضور دعائیں کرنی پڑیں گی کیونکہ بظاہر یہ کہہ دینا تو بہت آسان ہے کہ اے خدا! میں تجھ سے تجھے مانگتا ہوں لیکن حقیقت میں اس دعا میں مغز پیدا کرنا اس دعا میں جان پیدا کرنا ایک بہت ہی مشکل کام ہے۔عام انسان تصور بھی نہیں

کر سکتا کہ یہ کتنی مشکل دعا ہے۔ جو بظاہر ایک دو حرفوں پر مشتمل ہے، ایک دو لفظوں پر مشتمل ہے۔ اے خدا میں تجھ سے مانگتا ہوں تجھی کو، ہر انسان کہہ دے گا مگر جس کو مانگتا ہو اُس کی تمنا بھی تو ہونی چاہئے دل میں۔ بغیر محبت کے مانگو گے بھی تو آئے گا کون؟ بغیر پیار کے طلب بھی کرو گے تو اُس کے نتیجے میں جواب دینے والا جواب کیوں دے گا، اُس طلب کو پورا کیوں کرے گا؟ لوگ تو محبوبوں کی بھی منتیں کرتے ہیں کہ ہمارے گھر چلے آؤ اور محبت رکھتے بھی ہیں تب بھی وہ نہیں آتے۔ لیکن بعض اوقات ایک ذہین آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میری طلب میں کچھ کمی رہ گئی تھی اگر میں اپنی طلب کے معیار کو بڑھاتا تو ممکن نہیں تھا کہ وہ انکار کر سکتا اور اس بات میں حکمت ہے۔ چنانچہ غالب نے جب یہ کہا کہ:

میں بلاتا تو ہوں اُس کو مگر اے جذبہ دل ؎
اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

(دیوان غالب صفحہ ۲۹۶)

اس میں گہری حکمت کی بات ہے کہ بظاہر تو شاعر یہ شکوہ کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ہماری طلب تو بہت ہے، ہمارے دل کی تمنا تو سچی ہے مگر محبوب سنتا ہی نہیں ہے، اُس پر اثر ہی نہیں ہوتا۔ لیکن ایک اُن میں ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ میری طلب کا قصور ہے، میری طلب میں وہ شدت نہیں پائی جاتی، وہ قوت نہیں ہے، اگر میری طلب میں قوت ہو تو اس کا گزارہ ہی نہیں ہوسکتا بن آئے ہوئے۔ بے اختیار کشاں کشاں چلا آئے گا اگر میری طلب میں قوت پیدا ہو جائے۔ یہی مضمون زیادہ اعلیٰ اور نہایت ارفع رنگ میں اس آیت میں بیان ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب یہ دعا کرتے ہیں واز چہ میخواہم از تو نیز تو، تو اس لئے قبول ہوتی ہے کہ مسیح موعود کی دعا ہے، اس لئے قبول ہوتی ہے کہ ایک انسان کی ساری زندگی گواہ ہے کہ اس دعا کا ایک ایک حرف اور اُس حرف کا ہر معنی سچا ہے۔ زندگی بھر، بچپن سے لے کر بڑھاپے تک اُس شخص نے کوئی اور طلب نہیں کی سوائے اس طلب کے۔ اور اپنا سب کچھ اس ایک طلب کی خاطر قربان کر دیا۔ تب یہ دعا پیدا ہوئی، تب اس دعا میں وہ قوت پیدا ہوئی جس کے نتیجہ میں اِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ کے سوا کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس شان کی دعا اس سچائی کے جذبے کے ساتھ اس سچائی کے پس منظر کے ساتھ کی گئی ہو اور اس کا جواب اِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ نہ

ہو۔ تو اِنِّی قَرِیبٌ کے اندر بھی بہت سی بعید منازل ہیں لمبے فاصلے ہیں جنہیں طے کرنا پڑتا ہے وہ فاصلے طے کریں تو پھر قریب کا مضمون سمجھ آجائے گا۔

پس یہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہم میں وہ سچا جذبہ پیدا کرے خدا کی طلب کا اور اس سچے جذبے کے ساتھ وہ عمل صالح عطا کرے جس سے دعا رفعت پاتی ہے۔ اور قرآن کریم نے دعا کے اس مضمون کو ایک دوسری جگہ خوب واضح فرمادیا کہ کلمہ طیبہ خدا کے حضور پہنچتا تو ہے لیکن عمل صالح اس کو اٹھاتا ہے۔ انرجی کے بغیر کس طرح کوئی چیز رفعت پاسکتی ہے۔ ہوائی جہاز کتنا اچھے ڈیزائن کا ہو، کتنا عمدہ بنا ہوا ہو اگر اُس میں پٹرول نہیں ہے تو اُونچا اڑے گا کیسے؟ وہ تو زمین پر چلنے کے بھی قابل نہیں۔ تو فرمایا اسی طرح تمہارے پاک کلمات، تمہاری دعائیں تمہارے عمل سے قوت پاتی ہیں، عمل کی طاقت بخشو تو پھر اُن کو دیکھو کہ کس طرح وہ بلندیوں پر پرواز کرنے لگیں گی۔

میں جب قرآن کریم کے ان پہلوؤں پر غور کرتا ہوں تو حیرت سے میرا سر اس عظیم کلام کے حضور جھک جاتا ہے۔ کوئی دنیا کا ایسا مذہب نہیں جو اتنا Scientific کلام خدا کی طرف اس کو منسوب کر کے پیش کر سکتا ہو۔ یہ درست ہے کہ دوسرے مذاہب کا نازل فرمانے والا بھی خدا ہی تھا۔ مگر ہر انسان کا ظرف دیکھ کر اُس کو عطا کیا جاتا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی ہے وہ حضور اکرم ﷺ کے ظرف سے براہ راست تعلق رکھتی تھی۔ اس پہلو سے جب اس کلام کی شان دل کو مرعوب کر لیتی ہے اور دل پر حاوی ہو جاتی ہے تو شان محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اُسی طرح دل کو مرعوب کر لیتی ہے اور دل پر حاوی ہو جاتی ہے۔ اتنا عظیم الشان کلام قلب محمد ﷺ کے سوا کسی چیز پر نازل ہو ہی نہیں سکتا اور اتنا کامل کلام۔ اتنی باریکی ہے اس میں، اتنی لطافتیں ہیں، اتنا ربط ہے کہ عقل دنگ ہو جاتی ہے جب اس مضمون پر غور کرتی ہے چنانچہ حقیقۃً یہ امر واقعہ ہے کہ جدید ترین سائنسی اصطلاحیں جو ایک لمبے سائنسی تجربے کی بناء پر بنائی گئیں، چودہ سو سال پہلے روحانی دنیا میں اس قسم کی بلکہ اس سے بہتر مکمل اصطلاحیں ملتی ہیں اور وہ مضامین سادہ سی آیتوں کے پس منظر میں پوشیدہ ہیں۔ اگر آپ ذرا غور کریں اور توجہ کریں تو وہ آپ کو نظر آنے لگ جائیں گے۔

پس دعا کے مضمون کو سمجھنا ہو تو قرآن کریم ہی کی دوسری آیات اور حضور اکرم ﷺ کے ارشادات جن میں سے ایک میں نے نمونۃً پیش کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

عارفانہ کلام پر غور کریں تو پھر دعا کا مضمون ایک پورا جہان بن کر آپ کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور بظاہر دو تین آیتوں کے اندر سارا مضمون سمیٹا ہوا دکھائی دے گا۔

تو یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دعا کی معرفت بھی عطا فرمائے۔ خدا تعالیٰ سے خدا تعالیٰ کو مانگنے کی توفیق عطا فرمائے، اس کا سلیقہ اور ذوق بخشے کیونکہ اس ذوق کے بغیر باقی ساری باتیں بے معنی ہو جائیں گی اور پھر ذوق کے ساتھ ذوق طلب ہی نہیں ذوق عمل بھی عطا فرمائے تا کہ طلب میں قوت پیدا ہو جائے۔ اس دعا کے ساتھ اگر رمضان گزارا جائے اور وہ لمحے نصیب ہو جائیں کہ جب دعا قبول ہوتی ہے تو پھر ایک ہی رمضان میں لکھوکھہا سال کی سعادتیں انسان کو نصیب ہو سکتی ہیں، کروڑ ہا سال کی سعادتیں انسان کو نصیب ہو سکتی ہیں۔ اور یہ بھی محض گنتیاں ہیں ان کی حیثیت کوئی نہیں کیونکہ جب میں نے جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے، خدا کے تعلق میں جب ہم باتیں کرتے ہیں تو ہمارے انسانی الفاظ بے حقیقت ہو جاتے ہیں۔ وہ اس مضمون کو سما ہی نہیں سکتے۔ صرف ایک انسانی تصور ہے جسے کسی نہ کسی حد تک سمجھانے کی خاطر ہم یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ورنہ ایک لمحہ بھی اگر اس دعا کا مقبول ہو جائے کہ اے خدا! میں تجھ سے تجھے ہی مانگ رہا ہوں تو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ اس لئے اول درجہ پر اس دعا کی طرف میں متوجہ کرتا ہوں اور اس کے بعد دوسری دعائیں جو خاص طور پر جماعت کو اس سارے رمضان میں کرنی چاہئیں اور پہلے بھی جماعت کرتی ہے یاد دہانی کے طور پر محض میں گنا دیتا ہوں:۔

بنی نوع انسان کے لئے، اسلام کے لئے، عالم اسلام کے لئے، احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے لئے ان معنوں میں کہ دنیا میں اسلام اور احمدیت اسی طرح ہر ایک کو ایک نظر آنے لگیں جس طرح ہمیں ایک نظر آتے ہیں جس طرح خدا انہیں ایک دیکھتا ہے۔ واقفین زندگی کے لئے، اُن کے اعزاء و اقارب کے لئے، دین کی خدمت کرنے والوں کے لئے، خواہ وہ کسی رنگ میں بھی خدمت کی توفیق پا رہے ہوں، ان کے لئے جنہیں خدمت دین کا ابھی لطف میسر نہیں آیا اُن محروموں کے لئے بھی۔ اللہ کی دعوت دینے والوں کے لئے، اُن کے لئے جن کو خدا کی طرف بلایا جاتا ہے، مالی قربانی کرنے والوں کے لئے بھی اور اُن کے لئے بھی جو مالی قربانی کی حسرت رکھتے ہیں اور اُن کے لئے بھی جو اس لذت سے ابھی تک لذت آشنا نہیں ہوئے۔

شہدائے احمدیت کے لئے اور اُن کے پس ماندگان کے لئے ، اسیران راہ مولیٰ کے لئے اوران کے عزیزوں مہجوروں کے لئے۔ وہ جن کو دینی تعصّبات کے نتیجہ میں حقوق سے محروم کیا گیا ہے اور وہ بھی جن کو دنیاوی تعصّبات کے نتیجے میں حقوق سے محروم کیا گیا ہے۔ مصائب زمانہ کے شکار لوگوں کے لئے ، بیوگان کے لئے اور یتامیٰ کے لئے۔ ہر قسم کے مریضوں کے لئے خصوصاً ایسے بیمار بچوں کے لئے اور اُن کے عزیزوں واقرباء کے لئے جن کی جسمانی بیماری مستقل روگ بن جایا کرتی ہے اور تیمارداروں کے لئے وہ جسمانی لحاظ سے بھی ہمیشہ اذیت کا موجب رہتے ہیں اور اُس سے کہیں بڑھ کر روحانی لحاظ سے بھی ان کے لئے ایک مستقل بلا اور آزمائش بن جاتے ہیں۔

تجارتوں میں نقصان اٹھانے والوں کے لئے ، وہ جو فریب زدہ ہیں ، جن سے دھوکہ کے ساتھ اُن کے جائز حقوق لوٹ لئے گئے۔ چوری اور ڈاکے کے نتیجے میں جن کو نقصان پہنچے یا آسمانی آزمائشوں کے نتیجہ میں وہ معمولی نقصان میں مبتلا کئے گئے۔ محنت کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں اور اس کے باوجود ان کو ذریعہ روزگار میسر نہیں آرہا۔ وہ جن کو خدا تعالیٰ نے دولتوں اور اموال سے نوازا ہے لیکن نہیں جانتے کہ اس کا بہترین مصرف کیا ہے۔

ان کے لئے بھی دعا کریں جن کے گھر عائلی جنت نہیں بلکہ جہنم کا نمونہ بنے ہوئے ہیں ، جہاں بیویاں خاوندوں کے حقوق تلف کر رہی ہیں ، جہاں خاوند بیویوں کے حقوق تلف کر رہے ہیں ، جہاں ساسیں بہوؤں کے لئے عذاب بنی ہوئی ہیں ، جہاں بہوئیں ساسوں کے لئے عذاب بنی ہوئی ہیں ، جہاں بھائی بہنوں کے رشتے کڑوے ہو چکے ہیں ، جہاں عزیز و اقارب محبت کی بجائے ایک دوسرے کو نفرت دشمنی اور حسد کی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں ان سب کے لئے دعا کریں۔ اور اس ضمن میں تمام احمدی گھروں کو خصوصیت سے اس دعا کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۵﴾ (الفرقان: ۷۵)

کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے ازواج کو ، ہمارے جوڑوں کو اور ہماری اولادوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے ، وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اور ہمیں متقیوں کا امام بنا!

اس دعا کو بسا اوقات سمجھنے میں غلطی کی جاتی ہے اور عموماً یہ تأثر ملتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ

مردوں کے لئے دعا ہے جو اپنی بیویوں کے حق میں مانگ رہے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ یہ بیویوں کے لئے بھی اُسی طرح دعا ہے جو خاوندوں کے لئے مانگ رہی ہیں۔ اور اس دعا کے نتیجے میں جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہونگے وہاں اس مضمون کی روشنی میں یہ دعا کریں جو میں نے بیان کیا ہے۔ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي اگر دیانت داری اور تقوی سے ایک خاوند یہ دعا کرتا ہے تو اسے یہ سوچنا پڑے گا کہ میں اس دعا کا حق دار بن بھی رہا ہوں کہ نہیں، خدا تعالیٰ نے جو عائلی ذمہ داریاں مجھ پر ڈالی ہیں کیا میں انہیں ادا کر رہا ہوں، اگر نہیں کر رہا تو پھر یہ دعا کس منہ سے مانگوں گا، پھر میں کیسے توقع رکھ سکتا ہوں ایک طرف تو خود اباحت کا شکار ہوں، واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے حکموں کا انکار کر رہا ہوں اور دوسرے ہاتھ سے مانگ رہا ہوں کہ یہ کچھ مجھے دے۔ جو میرے اختیار میں تھا پھر بھی میں نے نہیں دیا، جو کچھ میں لے سکتا تھا اُس کا تو میں انکار کرتا ہوں اور اُس کے باوجود اُس کے نتیجوں سے محروم نہیں رہنا چاہتا، ایسی نامعقول دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ پس خواہ عورت دعا کرے خواہ مرد دعا کرے، جب وہ اس بنیادی آیت کی روشنی میں جو میں نے تلاوت کی ہے دعا کرے گا یا دعا کرے گی تو اس کے نتیجہ میں حیرت انگیز طور پر گھروں میں پاکیزہ تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔

ازواج کا وسیع تر مضمون جو ہے اس میں صرف میاں بیوی کا رشتہ نہیں ہر جوڑ ازواج کے اندر آجاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس زوج کے لفظ کو نہایت وسیع معنوں میں استعمال فرمایا ہے اور جہاں جنسی فرق نہیں بھی ہے وہاں بھی زوج کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ دراصل کائنات کی ہر چیز میں خدا تعالیٰ نے زوجیت رکھ دی ہے۔ اس وسیع مضمون کے لحاظ سے ساتھیوں کے لئے بھی یہ دعا بن جاتی ہے، ایک گھروں میں رہنے والوں کے لئے بھی یہ دعا بن جاتی ہے اور اس دعا کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ فرمایا اُن کو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے۔ اس میں ایسے مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں جن کا بظاہر کوئی حل نظر نہیں آتا۔ ایک عورت کو خاوند کی بعض ادائیں بہت بُری لگتی ہیں، نفرت پیدا کرنے والی ہیں اس کا کوئی اختیار نہیں ہے کہ اُن کو تبدیل کر سکے۔ ایک مرد کو اپنی بیوی کی شکل یا اُس کی کوئی اور حرکتیں ایسی ناپسندیدہ ہیں جنہیں وہ ٹھیک نہیں کر سکتا نہ بیوی کے بس میں ہے کہ اُن کو ٹھیک کر سکے۔ تو قُرَّةَ أَعْيُنٍ کی دعا جو ہے اس میں بڑی گہری حکمت ہے بعض دفعہ وہ اصلیت تبدیل نہ بھی ہو تب بھی اللہ دل پھیر دیتا ہے اور وہی چیز اچھی لگنے لگ جاتی ہے اور یہ کلیۃً

خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور دنیاوی رشتوں میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

چنانچہ ایک بادشاہ کے دربار کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہاں یہ بحث چل نکلی کہ ماؤں کو اپنے بدصورت بچے بھی اچھے لگتے ہیں اور فی الواقعہ اچھے لگتے ہیں ایک اور فریق یہ کہہ رہا تھا کہ ہرگز نہیں ان کو بدصورت بدصورت ہی لگتے ہیں لیکن مامتا سے مجبور ہیں اس لئے وہ اُن سے پیار کرتی ہیں۔ جو لوگ اس بات کے قائل تھے کہ واقعتہً اچھے لگتے ہیں انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہم ایک امتحان آپ کو بتاتے ہیں فلاں حبشن جس کو وہ جانتے تھے وہ خادمہ ہوگی یا لونڈی ہوگی اس کا ایک انتہائی بدصورت بچہ ہے۔ آپ ایک قیمتی ہار اس کے سپرد کریں اور خوبصورت ترین بچے اکٹھے کرلیں محل میں اور اس کو یہ کہیں کہ تم نے یہ ہار اُس کے گلے میں ڈالنا ہے جو سب سے زیادہ خوبصورت ہے، یہ نہیں کہ تمہیں اچھا لگتا ہے، جو واقعتہً تمہیں نہایت ہی حسین وجمیل دکھائی دے رہا ہے اس کے گلے میں جا کر یہ ہار ڈال دو۔ چنانچہ شہزادے بھی سج کر آئے اور امیروں کے بچے بھی اور دوسرے شہر کے خوبصورت بچے اکٹھے ہوئے اور ان میں ایک وہ بدصورت بچہ بھی تھا۔ وہ ہار لے کر کھڑی ہے صف بصف اور کوئی خوبصورت نظر نہیں آرہا تھا جب اپنا بچہ دکھائی دیا تو دوڑ کے اس کے گلے میں وہ ہار ڈال دیا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جب خدا محبت پیدا فرمادے، خدا دل نرم کردے تو بدزیب چیز بھی خوبصورت دکھائی دینے لگتی ہے۔ قُرَّةَ اَعْيُنٍ مانگنی چاہئے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک دے جس طرح چاہے دے دے۔ ادا کی بات ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ محبت عطا فرمائے تو ہر ادا بھلی لگنے لگ جاتی ہے خواہ وہ دوسرے کو کیسی بُری لگ رہی ہو۔ ہم نے ایسی مائیں دیکھی ہیں جن کے بچوں کی نہایت بیہودہ ادائیں ہوتی ہیں اور مصیبت پڑی ہوتی ہے جس گھر میں وہ بچے لے کر جاتی ہیں اور وہ بار بار توجہ دلا رہی ہوتی ہیں شوق سے کہ یہ دیکھو اس نے یہ حرکت کی، یہ دیکھو اس نے یہ حرکت کی۔ اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں ان بیچاروں کے جن کو یہ حرکتیں دکھائی جارہی ہیں۔ لیکن وہ ماں ہے اس کو تسکین ہی نہیں مل رہی کہ پوری طرح اس کی ابھی داد نہیں دی گئی، پوری طرح لطف اندوز نہیں ہوا کوئی۔ اللہ کے کرشمے ہیں یہ، دل صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ یوں دو انگلیوں کے درمیان خدا نے دل پکڑے ہوئے ہیں (ترمذی کتاب القدر حدیث نمبر ۲۰۶۶)۔ وہی بدل سکتا جس طرف چاہے ان کو یوں پلٹا دے۔ تو یہ نفسیاتی کیفیات جتنی ہیں ان کے نتیجے میں بعض دفعہ

نہایت خوفناک جھگڑے ہو جاتے ہیں، جہنم بن جاتے ہیں گھر لیکن اگر دعا کرے اور یہ شرط پوری کرے فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي کچھ نہ کچھ تو کوشش کرئے کہ اس حسن واحسان کی تعلیم پر عمل کرے جو خدا تعالیٰ نے اسے کو عطا فرمائی ہے اُس کے اپنے فائدے کے لئے تو پھر دیکھیں کہ کس طرح خدا کی طرف سے برکتیں نازل ہوتیں ہیں، کیسی غیر معمولی تبدیلیاں آپس کے تعلقات میں پیدا ہوتی ہیں۔

آخر پر طلبہ کے لئے اور نو جوان نسلوں کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں لیکن خصوصیت کے ساتھ میرے پیش نظر وہ بچے ہیں جو ایسے ممالک میں پرورش پا رہے ہیں جہاں غیر اسلامی تہذیب غالب ہے اور اُس کے نتیجے میں نئی نسل کی آنکھیں بدل رہی ہیں۔ جب ہم شروع میں انگلستان آئے ہیں تو اس وقت خاص طور پر یہ محسوس کیا تھا کہ نئی نسل کی آنکھوں میں وہ اپنائیت نہیں ہے، وہ قرب نہیں ہے جو احمدی نسلوں میں ہونا چاہئے ، یوں لگتا ہے غیر کے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی تبدیلی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادی جو دلوں کا مالک ہے۔ اور اگر چہ بعض دور کی بسنے والی نو جوان نسلیں ابھی تک پوری طرح اس حد تک تبدیل نہیں ہوئیں کہ دل مطمئن ہو جائیں لیکن اکثر نو جوان لڑکے کیا، لڑکیاں کیا اللہ کے فضل سے غیر معمولی طور پر اپنے رجحان بدل چکے ہیں۔ دین کی محبت پیدا ہو چکی ہے، خدمتوں کے شوق پیدا ہو چکے ہیں۔، ان کی دعاؤں میں غالب چیز یہ آنے لگ گئی ہے کہ ہمارے لئے دعا کریں کہ ہمیں اللہ کی محبت نصیب ہو، خدا کا قرب نصیب ہو۔ حمد سے دل بھر جاتا ہے ایسی دعاؤں کی درخواستیں دیکھ کر۔ انگلستان میں پیدا ہونے والی نسلیں یہاں کے آداب اور یہاں کے اخلاق اور یہاں کے تمدن سے بظاہر مرعوب لیکن انہی کے دلوں سے خدا تعالیٰ نے معرفت کے چشمے بہانے شروع کر دیئے ہیں اور چھوٹی چھوٹی عمر کے بچے اور چھوٹی چھوٹی عمر کی لڑکیاں ایسی دعائیں لکھنے لگ گئی ہیں کہ جن کے نتیجے میں اللہ کی حمد سے دل بھر جاتا ہے۔ لیکن ابھی بہت سے حصے ایسے ہیں، مغرب ہی کے نہیں مشرق کے بھی ، ہندوستان کے بھی ، بنگلہ دیش کے بھی ، انڈونیشیا کے بھی ، ملائیشیا کے بھی دور دراز ممالک کے جہاں دہریہ تہذیب یا مغربی تہذیب بڑی تیزی کے ساتھ اپنے جال پھیلا رہی ہے اور ہماری نسلوں کو بڑے خطرات در پیش ہیں۔ جہاں ہر قسم کی کوششیں کریں گے وہاں اس رمضان المبارک میں نئی نسلوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعائیں کریں اور رمضان المبارک کی برکتوں سے ان کو عملاً آشنا کرنے کی کوشش کریں۔ کچھ نہ کچھ لقمہ لقمہ

کھلائیں ان کو ان نعمتوں کا، ساتھ لے کر چلیں لیکن سختی کر کے نہیں محبت اور پیار سے اور اس رمضان المبارک میں اُن کو دعا کی عادت ڈالیں۔

سب سے زیادہ مؤثر طریق نوجوان نسلوں کو دین کی طرف مائل کرنے کا یہ ہے کہ اُن کو دعا کی عادت ڈالی جائے، ان کے لئے دعا کریں مگر یہ زیادہ بہتر طریق ہے کہ اُن کے لئے دعا کرنے کا کہ ان سے کہیں کہ اس بات کے لئے دعا کرو۔ اور آپ دعائیں یہ کریں کہ اے اللہ! اُن کی دعا قبول کر لے۔ جو بچہ اس تجربہ میں سے گزر جاتا ہے اس کے اندر حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اور بچپن میں جس شخص کو قبولیت دعا کا لُطف حاصل ہو جائے ساری زندگی بڑھاپے تک وہ لُطف اس کا نہ بھول سکتا ہے، نہ اس کا پیچھا چھوڑتا ہے اسے چسکا پڑ جاتا ہے۔ اس لئے نئی نسلوں کو سنبھالنے کا اس سے بہتر طریقہ میں اور نہیں سوچ سکتا کہ اُن کو دعا کی عادت ڈالی جائے اور آپ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی دعائیں قبول کرے اور اُن کو اپنا بنالے۔

پس اس رمضان کو ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب بنائیں۔ اتنا مانگیں، اتنا مانگیں کہ بظاہر آپ کا پیٹ بھر جائے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے فضل تو اتنے بے شمار ہیں آپ اُن کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ نہ سارے مانگ سکتے ہیں نہ اُن سے پیٹ بھر سکتا ہے کیونکہ جب وہ فضل نازل ہوتے ہیں تو ہاضمے کی قوت بڑھا دیتے ہیں ساتھ ہی، مزید کی طلب خود ہی پیدا کر جاتے ہیں۔ ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے خدا کی سمت حرکت کا۔

پس اگر ہم رمضان کے سارے تقاضے پورے کرنے والے ہوں، جو محروم ہیں رمضان کی دعاؤں سے، عبادتوں سے، ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، اپنے غرباء کو یاد رکھیں، اپنے امراء کو یاد رکھیں، محروموں کو یاد رکھیں۔ خصوصیت سے پاکستان میں جو حالات ہیں اُن کو پیش نظر رکھ کر احمدیت کی فتح کی دعائیں کریں لیکن وہ فتح جو خدا کی اصطلاح میں فتح ہے، بندوں کا تماشا فتح نہیں چاہئے بلکہ وہ فتح جسے اللہ فتح کہتا ہے، جسے اللہ ظفر قرار دیتا ہے۔ ان دعاؤں کے ساتھ رمضان گزاریں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس رمضان سے جب ہم نکلیں گے تو بالکل نئی کیفیت کے ساتھ نکلیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر موسم کے ساتھ ایک تبدیلی ہوا کرتی ہے اور روحانی تبدیلیوں کے لئے

رمضان سے بہتر اور کوئی موسم نہیں۔ بعض لوگ خوفزدہ ہوتے ہیں اس مہینے سے، بعض لُطف اٹھانے کے باوجود پھر بھی اس لحاظ سے ضرور ڈرتے ہیں کہ ہم اس کی ذمہ داریوں کو ادا کرسکیں گے کہ نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ اور جو ہم ادا نہ بھی کر سکتے ہوں ہماری جھولی میں اُن کی خیرات بھی ڈال دے، اُن کمیوں کے لحاظ سے بھی ہم پر فضل نازل فرمادے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

کچھ جنازہ ہائے غائب کی نماز ہوگی ان کا میں اعلان کر دیتا ہوں۔ نماز جمعہ کے معاً بعد صفیں بنالیں:۔

مکرم سرفراز احمد خان صاحب ابن ڈاکٹر ممتاز علی خان صاحب آف الہ آباد ضلع راجن پور۔ یہ آرمی میں بطور لانس نائیک ملازم تھے اور ایک حادثہ میں شہید ہو گئے۔ تدفین کے چند روز بعد باوجود اس کے کہ اس کے آبائی گاؤں کے اکثر غیر احمدی شرفاء نے خود ان کی الگ نماز جنازہ بھی پڑھی اور بے انتہا ہمدردی اور محبت کا سلوک کیا لیکن اردگرد کے علماء نے شور کیا اور اس قدر فساد برپا کیا کہ حکومت نے زبردستی بہت بڑی پولیس کی جمعیت بھیج کر چند روز کے بعد ان کی قبر کھدوا کر ان کی لاش کو زبردستی قبرستان کی بجائے ان کی اپنی زمین میں دفن کر دیا۔ ان کے والد صاحب کا بڑا اس سلسلہ میں دردناک خط موصول ہوا ہے اور خاص طور پر انہوں نے ان کے لئے دعا کی درخواست کی ہے لیکن ساتھ ہی یہ اللہ تعالیٰ کی شان بھی بیان کی ہے کہ کئی دن کے بعد جب کہ بظاہر مردہ گل سڑ جانا چاہئے تھا خصوصاً حادثے کا شکار ہوا اور نوجوان ہو اس کی لاش تو بڑی جلدی گلنا سڑنا شروع کر دیتی ہے لیکن جب قبر کھودی گئی تو بالکل صحیح سلامت اسی حالت میں تھی جس حالت میں وہ دفن کی گئی تھی۔ اس گاؤں کے غیر احمدی شرفاء خود کندھا دے کر اس کو لے کر گئے ہیں دوسری طرف اور وہاں جا کر اس کی تدفین کی۔

مکرم مرزا منور بیگ صاحب ہمارے للیانی ضلع لاہور کے بہت مخلص دوست تھے۔ میں بھی ان کے گاؤں میں گیا ہوں۔ غالباً یہ زعیم انصار اللہ بھی تھے۔ ان کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ ان کو کسی نے گولی مار کر شہید کر دیا ہے اور چونکہ ان کی ذاتی دشمنی کوئی نہیں تھی اور کوئی قتل کی اور وجہ

نظر نہیں آتی اس لئے جماعت کے دوستوں کا خیال یہ ہے کہ یہ مذہبی دشمنی کے نتیجہ میں شہادت ہے جو عمل میں آئی ہے۔

مکرم نسیم احمد صاحب بھٹی 26 سال کی عمر میں ایک کار کے حادثے میں شہید ہوئے ہیں۔ان کے والد مکرم محمد فخر الدین صاحب بھٹی وہ ہیں جو ایبٹ آباد میں 1974ء میں شہید ہوئے تھے اور بہت ہی بہادری اور دلیری کے ساتھ بڑی شان کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی کی قربانی پیش کی تھی۔

مکرمہ بی بی ساحرہ صاحبہ اہلیہ محمود نیپال صاحب مرحوم ان کی عمر 87 سال تھی، ماریشس کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھیں۔

مکرمہ فاطمہ بیگم صاحبہ یہ ہمارے نسیم سیفی صاحب وکیل التعلیم کی خوشدامنہ تھیں اور عبدالماجد طاہر صاحب کی بیگم کی دادی تھیں۔عبدالماجد طاہر مبلغ سلسلہ ہیں جو آج کل یہاں مرکزی کارکنوں میں کام کر رہے ہیں اور آخری جنازہ ہے مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری محمد اسلم صاحب باجوہ میر پور خاص سندھ۔نماز جمعہ کے معاً بعد یہ جنازے ہونگے۔

میں بھول گیا تھا ذکر کرنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ صرف چند گنتی کے رہ گئے ہیں اور ان میں خاص طور پر حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ، اللہ ان کی بابرکت زندگی کو بہت دوام بخشے۔جس حد تک بھی ممکن ہے انسانی زندگی کے لئے ان کا بابرکت سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ان کی بیماری کی اطلاع ملی ہے ان کی انگلی پر کوئی تکلیف ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ایک انگلی مڑ گئی اور اس میں کافی تکلیف تھی غالباً آپریشن ہو چکا ہوگا یا ہونے والا ہے اس لئے ان کو خصوصیت کے ساتھ دعاؤں میں یاد رکھیں۔